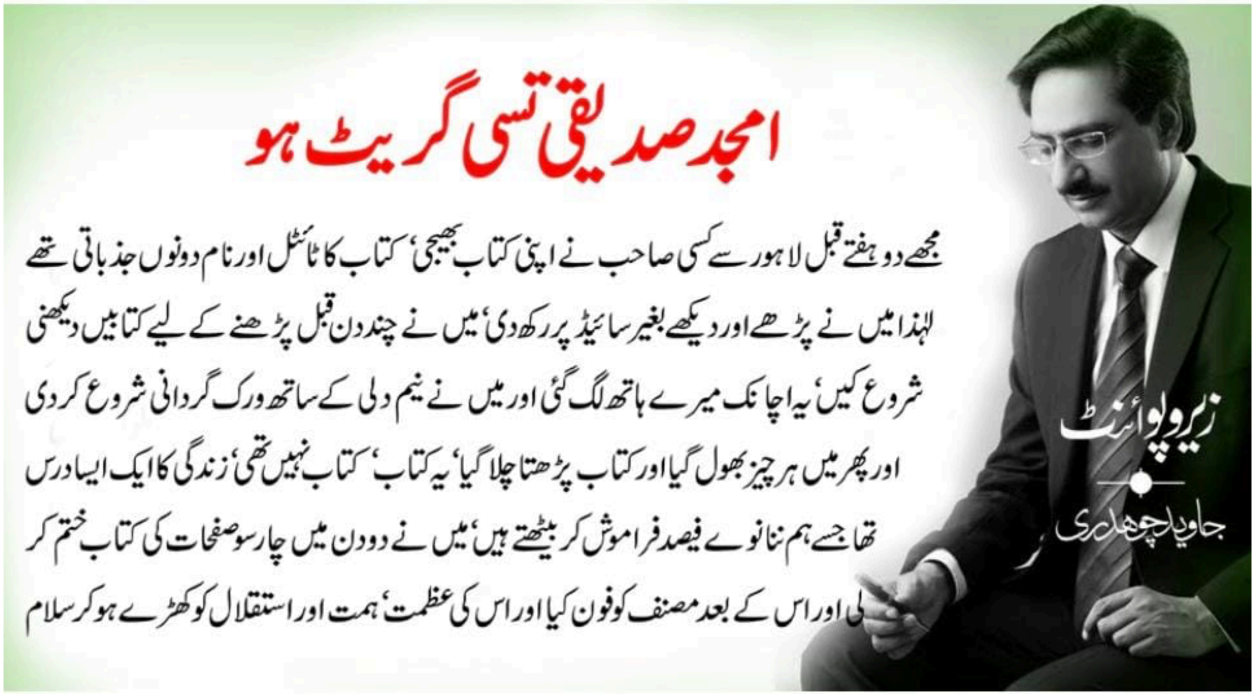


**اردو متن**

امجد صدیقی تسی گریٹ ہو

مجھے دو ہفتے قبل لاہور سے کسی صاحب نے اپنی کتاب بھیجی، کتاب کا ٹائٹل اور نام دونوں جذباتی تھے لہٰذا میں نے پڑھے اور دیکھے بغیر سائیڈ پر رکھ دی، میں نے چند دن قبل پڑھنے کے لیے کتابیں دیکھنی شروع کیں، یہ اچانک میرے ہاتھ لگ گئی اور میں نے نیم دلی کے ساتھ ورق گردانی شروع کر دی اور پھر میں ہر چیز بھول گیا اور کتاب پڑھتا چلا گیا۔

یہ کتاب، کتاب نہیں تھی، زندگی کا ایک ایسا درس تھا جسے ہم ننانوے فیصد فراموش کر بیٹھتے ہیں، میں نے دو دن میں چار سو صفحات کی کتاب ختم کر لی اور اس کے بعد مصنف کو فون کیا اور اس کی عظمت، ہمت اور استقلال کو کھڑے ہو کر سلام پیش کیا، بے شک اس شخص نے صرف کتاب نہیں لکھی تھی، اس نے کتابِ زندگی تحریر کی اور اس کتابِ زندگی کو ہر اس شخص کو پڑھنا چاہیے جو زندگی سے مایوس ہو رہا ہے یا پھر جسے زندگی کی قدر نہیں یا پھر جو زندگی کے مسائل سے جلد گھبرا جاتا ہے۔

میرا اب مصنف کے ساتھ عقیدت اور شاگردی کا رشتہ بن چکا ہے اور میرا دعویٰ ہے آپ بھی اگر یہ کتاب پڑھیں گے تو آپ بھی اسی بندھن میں بندھ جائیں گے۔ یہ کتاب (درد کا سفر) پھلروان شہر کے ایک عام سے نوجوان امجد صدیقی کی داستانِ حیات ہے اور اسے اس ہی نے لکھا ہے، اگر وہ یورپ یا امریکا میں ہوتا تو اب تک ان پر دس بیس فلمیں بن چکی ہوتیں، بھارت میں بہرحال ان پر فلم بن رہی ہے تاہم یہ اب تک درجنوں بین الاقوامی ایوارڈز حاصل کر چکے ہیں۔

امجد صدیقی کون ہیں اور انھوں نے ایسا کیا کارنامہ سرانجام دیا جس نے مجھ جیسے پریکٹیکل شخص کو بھی حیران کر دیا، امجد صدیقی کے والد کپڑے کا کاروبار بھی کرتے تھے اور اخبارات کے ڈسٹری بیوٹر اور نامہ نگار بھی تھے، امجد صدیقی بچپن میں لوگوں کے گھروں میں اخبارات پھینکتے رہے، یہ 1979 میں روزگار کے سلسلے میں سعودی عرب چلے گئے اور بڑی مشکل سے بینک میں ٹائپسٹ کی نوکری حاصل کر لی، پنجاب میں اس زمانے میں اگر لڑکا سعودی عرب چلا گیا ہو، اسے ملازمت مل گئی ہو تو رشتوں کی لائن لگ جاتی تھی۔

امجد صدیقی کے ساتھ بھی یہی ہوا اور ان کی والدہ نے ایک خوب صورت لڑکی سے ان کی منگنی کر دی اور یوں یہ لوگ خوش اور مطمئن ہو گئے اور ہر چیز منشا کے مطابق پرفیکٹ چلنے لگی لیکن پھر یہ زیارت اور دعا کے لیے مدینہ منورہ گئے، واپسی پر کار کا ایکسیڈنٹ ہوا اور ان کی زندگی کا دھارا بدل گیا، ایکسیڈنٹ کے بعد زخمیوں کو ہمیشہ گاڑی کاٹ کر ڈاکٹر کی نگرانی میں باہر نکالا جاتا ہے کیوں کہ زخمی عموماً ایکسیڈنٹ میں اتنے مضروب نہیں ہوتے جتنے یہ گاڑی سے نکالنے کے عمل کے دوران مخدوش ہو جاتے ہیں۔

امجد صدیقی کو مقامی لوگوں نے گاڑی سے کھینچ کر نکالا جس کی وجہ سے ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی، ان کا جسم سینے سے نیچے معذور ہو گیا، یہ صرف بازو اور گردن ہلا سکتے تھے، اس سے نیچے ان کے جسم میں کوئی حرکت تھی اور نہ ہی حس، انھیں ٹھنڈے اور گرم کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا اور ان کے جسم کو اگر چھری سے

کاٹ دیا جاتا تو بھی انھیں پتا نہیں چلتا تھا، یہ ایک خوف ناک صورت حال تھی لیکن اس سے بھی زیادہ خوف ناک اور تشویش ناک صورت حال آگے تھی، ان کا اپنے پاخانے اور پیشاب پر کنٹرول ختم ہو گیا تھا۔

یہ مسلسل نکلتے رہتے تھے اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا تھا بہرحال قصہ مختصر امجد صدیقی نے اس صورت حال میں بھی ہمت ہارنے سے انکار کر دیا اور کام یاب اور قابل فخر زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا، خاندان، عزیز رشتے دار، دوست احباب اور معاشرہ انھیں بھکاری بنانا چاہتا تھا مگر یہ شخص پوری زندگی اپنی معذوری اور معاشرے سے لڑتا رہا، انھیں خاندان اور رشتے دار چھوڑ گئے، ان کی منگنی ٹوٹ گئی، لوگ ان سے ہاتھ ملانے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔

پورا خاندان انھیں پاکستان لا کر کمرے تک محدود کرنا چاہتا تھا مگر اس شخص نے ہمت نہ ہاری، امجد صدیقی نے اپنے دونوں بازوؤں کو اتنا مضبوط بنا لیا کہ یہ ان کا نوے فیصد معذور جسم اٹھانے لگے، یہ ویل چیئر پر آئے اور پوری دنیا فتح کر لی، امجد صدیقی کی آپ بیتی ”درد کا سفر“ ایک ایسے معذور مگر کام یاب اور خوش حال شخص کی کہانی ہے جس نے معاشرے کی کسی بھی رکاوٹ کو اپنا راستہ نہیں روکنے دیا۔ یہ اسپتال کیسے پہنچے، بستر سے کیسے اٹھے، ویل چیئر کو اپنا سہارا کیسے بنایا، گاڑی چلانا کیسے سیکھی، ویل چیئر پر بیٹھے بیٹھے گاڑی کے ٹائر کیسے بدلے، اپنی ویل چیئر اکیلے سیڑھیوں سے نیچے اتارنا کیسے سیکھا، عزیزوں اور رشتے داروں کی نفرت اور حقارت سے کیسے نکلے اور معذوری کے باوجود نوکری کیسے حاصل کی یہ ایک حیران کن داستان ہے۔

یہ ہاتھ سے پندرہ پندرہ کلو میٹر ویل چیئر چلا کر دفتر پہنچتے تھے، کیسے؟ یہ بزنس کی دنیا میں کیسے آئے، کروڑوں روپے کیسے کمائے، معذوری کے باوجود 60 ملکوں کا سفر کیسے کیا اور آخر میں شادی کیسے کی اور یہ اب کیا کیا کر رہے ہیں؟ یہ ایک ناقابل یقین داستان ہے اور ملک کے ہر شخص بالخصوص ہر معذور شخص کو ضرور پڑھنی چاہیے، میرا بس چلے تو میں اس کتاب کو سلیبس کا حصہ بنا دوں۔

امجد صدیقی کو زندگی گزارنے اور آگے بڑھنے کے لیے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ بھی ناقابل بیان ہے، مثلاً میں چند چیزیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، آپ اس سے اس شخص کی اسٹرگل کا اندازہ کر لیجیے، صدیقی صاحب جس زمانے میں ویل چیئر پر آئے تھے اس دور میں نارمل انسان کو بھی نوکری نہیں ملتی تھی جب کہ یہ 90 فیصد مفلوج تھے لہٰذا یہ روزگار کیسے حاصل کرتے؟

اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا مگر امجد صدیقی نے یہ رکاوٹ بھی عبور کر لی، یہ مسلسل اپنے سابق بینک کے چکر لگاتے رہے اور انھیں بالآخر قائل کر لیا آپ مجھے تین ماہ کے لیے بلا معاوضہ ملازم رکھ لیں میں نے اگر آپ کی ریکوائرمنٹس پوری کر لیں تو مجھے ملازمت دے دیجیے گا ورنہ میں چلا جاؤں گا، بینک راضی ہو گیا اور اس کے بعد یہ شخص روزانہ ہاتھ سے 15 کلو میٹر ویل چیئر چلا کر بینک جاتا رہا، یہ اس سفر کے لیے رات تین بجے اٹھتے تھے، تیار ہوتے تھے، ہاتھ سے ویل چیئر دھکیل کر 15 کلو میٹر کا سفر کرتے تھے اور بینک کھلنے سے ایک گھنٹہ پہلے وہاں پہنچ جاتے تھے اور اس روٹین میں ایک دن بھی تعطل نہیں آیا، یہ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے تھے؟

کیوں کہ بسوں اور ٹیکسیوں میں اس زمانے میں ویل چیئر کی گنجائش نہیں ہوتی تھی، صدیقی صاحب نے دفتر میں اپنی ٹائپنگ اسپیڈ عام لوگوں سے بڑھا لی تھی لہٰذا یہ بینک میں چار لوگوں کے برابر کام کرتے تھے، انھیں جتنا بھی کام دے دیا جاتا تھا یہ انکار نہیں کرتے تھے اور اپنا کام مکمل کر کے گھر جاتے تھے، بینک کی انتظامیہ ان کے اس ڈسپلن اور کارکردگی سے متاثر ہو گئی اور انھیں پہلے مہینے ہی تنخواہ دے دی، سعودی عرب میں اس زمانے میں معذور آدمی کو کوئی شخص کرائے پر مکان نہیں دیتا تھا، امجد صدیقی نے مکان حاصل کرنے کے لیے جتنی جدوجہد کی یہ بھی ایک طلسم ہوش ربا ہے۔

ویل چیئر پر پڑے لوگوں کو عمارتوں اور مکانوں میں داخل ہونے کے لیے کتنے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے امجد صدیقی نے یہ واقعات بھی تفصیل سے لکھے، مثلاً میونسپل کمیٹی ایک بار ان کے گھر کے سامنے گڑھا کھود کر چلی گئی، یہ رات دیر گئے گھر واپس آئے تو ان کے گھر کے سامنے گڑھا کھدا ہوا تھا، یہ اکیلے رہتے تھے لہٰذا ویل

چیئر سمیت گڑھے میں گر گئے اور پوری رات ویل چیئر کو گھسیٹ کر باہر نکلنے کی سعی کرتے رہے۔

میں کتاب کا یہ پورشن پڑھتے ہوئے رو پڑا تھا، اس زمانے میں معذوروں کو گاڑی چلانے کی اجازت نہیں تھی، امجد صدیقی نے یہ اجازت بھی حاصل کی، گاڑی بھی خریدی اور یہ اسے چلاتے بھی رہے، یہ ویل چیئر کو کس طرح گاڑی کے قریب لاتے تھے پھر بازوؤں کی طاقت سے کس طرح اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر گرتے تھے اور پھر ویل چیئر کو کس طرح سڑک سے اٹھا کر فولڈ کرتے تھے اور اسے کس طرح سائیڈ سیٹ پر ایڈجسٹ کرتے تھے، یہ پورشن بھی ناقابل یقین ہے۔

ایک بار ہائی وے پر ان کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا، امجد صدیقی گھنٹوں ویل چیئر پر بیٹھ کر مدد کا انتظار کرتے رہے لیکن جب کوئی گاڑی نہ رکی تو پھر انھوں نے ویل چیئر پر بیٹھ کر ٹائر کیسے تبدیل کیا یہ بھی ایک دل دہلا دینے والی داستان ہے، ان کے ساتھ جہازوں میں کیا سلوک ہوتا تھا، ائیر لائنز کس طرح انکار کرتی تھیں، کس طرح انھیں گھسیٹ کر سیٹوں پر بٹھایا اور اٹھایا جاتا تھا، ساتھی مسافر کس طرح ان سے پرہیز کرتے تھے، ان کی ویل چیئر پیک کرتے وقت کس طرح توڑ دی جاتی تھی اور پھر یہ ائیر پورٹ سے کس طرح نکلتے تھے، ان کو نوکری سے کس طرح نکالا گیا اور انھوں نے کندھوں پر تولیے رکھ کر کس طرح ویل چیئر پر کاروبار شروع کیا اور یہ کس طرح ایک کام یاب بزنس مین بنے۔

یہ جہاز کے سفر کے دوران اپنا پیشاب اور پاخانہ کیسے کنٹرول کرتے تھے اور اگر سفر کے دوران ایمرجنسی ہو جاتی تھی تو ان کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا اور پھر انھوں نے شادی کیسے کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اولاد سے کیسے نوازا، یہ بھی ایک حیران کن داستان ہے اور یہ داستان بھی رونے پر مجبور کر دیتی ہے۔

امجد صدیقی واقعی پاکستان کے ہیرو ہیں، انھیں پاکستان کا بہادری کا سب سے بڑا ایوارڈ ملنا چاہیے اور ان کی کتاب ”درد کا سفر“ بھی ہر شخص کو پڑھنی چاہیے، میرا دعویٰ ہے یہ کتاب پڑھنے کے بعد آپ کو زندگی کی کوئی بھی مشکل، مشکل محسوس نہیں ہو

گی، آپ کو زندگی کے تمام مسائل سے پیار ہو جائے گا اور آپ روز اپنے آپ سے کہیں گے اگر امجد صدیقی کر سکتا ہے تو میں یہ کیوں نہیں کر سکتا؟

دوسرا آپ اس اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے جس نے آپ کو مکمل بھی بنایا اور آپ کو اپنا جسم اور اپنی ضروریات بھی خود پوری کرنے کا سلیقہ دیا، اللہ آپ پر کتنا مہربان اور رحیم ہے آپ کو اس کا احساس بھی یہ کتاب پڑھ کر ہوگا اور آپ بھی میری طرح آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے، امجد صدیقی صاحب تسی گریٹ ہو اور آپ بھی دونوں ہاتھوں سے ان کی عظمت کو سلام پیش کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔
بشکریہ جاوید چودھری، روزنامہ ایکسپریس نیوز

**English Text**

**javed-chaudhry: Amjad Siddiqi, You Are Great!**

Two weeks ago, someone from Lahore sent me his book. The title and name of the book both seemed quite emotional. Therefore, without reading or even looking at it, I set it aside. A few days ago, when I began sorting through books to find something to read, this one accidentally ended up in my hands. With a half-hearted attitude, I started turning the pages. Suddenly, I forgot everything else and just kept reading. This book was not just a book; it was a lesson about life that 99% of us completely forget. I finished the 400-page book in just two days. After that, I called the author and stood up to salute his greatness, courage, and perseverance. Without a doubt, this man did not just write a book; he penned the book of life and this book should be read by every single person who is losing hope in life, anyone who does

not appreciate the value of life, or those who get easily overwhelmed by life's problems.

I have now developed a bond of deep devotion and studentship with the author. I claim that if you read this book, you will also be bound by this same connection. This book (*Unyielding Spirit* / *Dard Ka Safar*) is the life story of Amjad Siddiqi, an ordinary young man from the town of Phularwan, and he wrote it himself. If he were in Europe or America, ten or twenty movies would have been made about him by now. In India, a movie is at least being made about him. Regardless, he has already received dozens of international awards.

Who is Amjad Siddiqi, and what extraordinary feat did he accomplish that managed to shock a highly practical person like me? Amjad Siddiqi's father ran a clothing business while also serving as a newspaper distributor and correspondent. During his childhood, Amjad Siddiqi used to toss newspapers into people's homes. In 1979, he moved to Saudi Arabia for employment. With great difficulty, he managed to secure a job as a typist in a bank. In Punjab back in those days, if a boy went to Saudi Arabia and secured a job, a long list of marriage proposals would follow. The same thing happened to Amjad Siddiqi. His mother got him engaged to a beautiful girl. Because of this, the family was happy and satisfied, and everything was running perfectly according to their wishes. However, he then went to Madinah Munawwarah for pilgrimage and prayers. On his way back, he met with a car accident, and the entire course of his life changed. After an accident, the injured are supposed to be extracted under medical supervision, often by cutting the vehicle.

This is because victims are usually not as severely harmed by the crash itself as they are by the careless process of pulling them out of the wreckage. Local people pulled Amjad Siddiqi out of the car by force. Consequently, his spine broke. His body was paralyzed from the chest down. He could only move his arms and neck. Below that, his body had no movement and no sensation. He could not even feel hot or cold. If his body were cut with a knife, he would not even notice it. This was a terrifying situation. Yet, an even more frightening and alarming situation lay ahead: he completely lost control over his bladder and bowels. They would pass continuously, and he wouldn't even realize it. To cut a long story short, Amjad Siddiqi refused to give up hope even in this condition. He decided to live a successful life that he could be proud of. His family, close relatives, friends, and society wanted to turn him into a beggar. However, this man spent his entire life fighting his disability and society. His family and relatives abandoned him. His engagement broke off. People were not even willing to shake hands with him.

His entire family wanted to bring him back to Pakistan and confine him to a single room. But this man did not lose heart. Amjad Siddiqi made both of his arms so strong that they began lifting his 90% paralyzed body. He got onto a wheelchair and conquered the entire world. Amjad Siddiqi's autobiography is the story of a disabled yet highly successful and prosperous man who refused to let any societal obstacle block his path. How he reached the hospital, how he got out of bed, how he made the wheelchair his support system, how he learned to drive, how he changed car tires while sitting in a wheelchair, and how he learned to navigate

his wheelchair down stairs completely alone—this is a truly astonishing tale.

He used to wheel himself 15 kilometers by hand just to reach his office. How? How did he enter the business world, how did he earn millions of rupees, how did he travel to 60 countries despite his severe disability, and how did he finally get married and what is he doing now? This is an unbelievable story. Every single person in the country, especially every disabled person, must read it. If it were up to me, I would make this book a part of the school curriculum. The kinds of hardships Amjad Siddiqi had to face just to live and move forward are beyond description. For instance, let me share a few details so you can gauge the level of this man's struggle. During the era when Siddiqi ended up in a wheelchair, even completely able-bodied individuals could not find jobs. Since he was 90% paralyzed, how was he supposed to secure employment? No one had an answer to this. Yet, Amjad Siddiqi crossed this hurdle as well. He continuously visited his former bank and finally convinced them by saying: "Keep me as an unpaid employee for three months; if I meet your requirements, give me the job. Otherwise, I will leave." The bank agreed.

After that, this man traveled 15 kilometers to the bank every single day by pushing his wheelchair by hand. For this commute, he would wake up at 3:00 AM, get ready, and wheel himself across that 15-kilometer journey. He would arrive an hour before the bank even opened, and there was never a single day of disruption in this routine. Why did he endure so much pain? It was because, in those days, buses and taxis had no accommodation

or space for wheelchairs. Mr. Siddiqi increased his typing speed in the office far beyond that of normal people. As a result, he did the work of four people combined at the bank. No matter how much work he was given, he never refused, completing his tasks before heading home. The bank management was so deeply impressed by his discipline and performance that they paid him a salary in his very first month. Furthermore, in Saudi Arabia at that time, no one would rent a house to a disabled person. The struggle Amjad Siddiqi went through just to secure housing is an eye-opening, mind-boggling story on its own.

Amjad Siddiqi wrote in great detail about the massive issues wheelchair-bound individuals face when trying to enter buildings and houses. For example, the municipal committee once dug a ditch right in front of his house and left. He returned home late at night to find the trench right before his door. Since he lived completely alone, he fell into the ditch along with his wheelchair. He spent the entire night struggling, trying to drag himself and his wheelchair out of it.

I actually wept while reading this specific portion of the book. In those days, disabled people were not permitted to drive cars. Amjad Siddiqi obtained that permission, bought a car, and kept driving it. The section describing how he would bring his wheelchair close to the car, use the strength of his arms to bounce himself onto the driver's seat, pull the wheelchair from the road to fold it, and adjust it onto the passenger seat is completely unbelievable.

Once, his car tire got punctured on the highway. Amjad Siddiqi sat in his wheelchair for hours waiting for help. When no car stopped, the heart-wrenching story of how he managed to change the tire himself while sitting in his wheelchair is deeply moving. He also documents how he was treated on airplanes, how airlines would refuse him service, how he was dragged to be placed into and lifted out of seats, how fellow passengers avoided him, how his wheelchair was broken while being packed, how he would exit airports, how he was fired from his job, and how he eventually started a business on a wheelchair with towels draped over his shoulders to become a highly successful businessman.

The book also reveals how he controlled his bladder and bowels during long flights, what happened to him if an emergency arose during travel, how he eventually got married, and how Almighty Allah blessed him with children. It is an astonishing tale that compels the reader to cry.

Amjad Siddiqi is truly a hero of Pakistan. He deserves the highest award for bravery in Pakistan, and his book should be read by everyone. I claim that after reading this book, no hardship in life will feel like a hardship to you anymore. You will fall in love with all of life's challenges, and you will tell yourself every single day: "If Amjad Siddiqi can do it, why can't I?"

Secondly, you will be compelled to thank Allah, who made you whole and gave you the ability to take care of your own body and your own daily needs. You will realize just how merciful and kind Allah is to you only after reading this book. In the end, you too will be compelled to say, just like me: "Amjad Siddiqi Sahib, you are

great!" and you will raise both hands to salute his sheer greatness.

Courtesy of Javed Chaudhry, Daily Express News